تحقیق وتنقید

عہد نبوی کا مالی نظام
(عمّالِ صدقات کے عزل ونصب کی پالیسی)

ڈاکٹر محمد لیسین مظہر صدیقی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میمنت لزوم میں اسلامی نظام اموال اور اسلام کے مالی واقتصادی اصولوں پر نظریاتی لحاظ سے متعدد وقیع کام اب تک اہلِ علم ونظر کے سامنے آچکے ہیں لیکن تاریخی اور علمی مباحث ابھی تک کافی تشنہ ہیں[۱]۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی کی جلد دوم میں تاسیس حکومت الہٰی کے باب میں اس مسئلہ پر کسی قدر تاریخی بحث کی ہے[۲] اور بعض دوسرے سیرت نگار اور مورخین اسلام نے بھی اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالی ہے[۳]۔ اس سے ہماری علمی تشنگی پوری طرح دور نہیں ہوپاتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان مباحث میں تاریخی تسلسل، ارتقاء اور منطقی ترتیب کا لحاظ نہیں پایا جاتا۔ مزید براں ان میں تاریخی عناصر کی کارفرمائی اور عمل دخل سے بھی بحث نہیں کی گئی ہے۔ روایات واخبار کے استقصاء اور ان کی تنقیح وتحلیل کے فقدان، تنقیدی تجزیہ کی کمی یا عدم موجودگی اور تاریخی پس منظر اور تناظر سے بے اعتنائی کے سبب ہم عہد نبوی کے مالی نظام اور عمال صدقات وزکوٰۃ کے عزل ونصب کی پالیسی اور حکمت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اس مختصر مضمون میں ہماری یہ کوشش ہوگی کہ سرکاری محاصل وصدقات کی وصولیابی کے نظام کا مطالعہ کریں اور اس کے پس منظر میں عہد نبوی کے نظام مالیات پر ایک ضمنی نظر ڈالیں عہد نبوی کے پورے مالی نظام کا مطالعہ بڑا وسیع کام ہے۔ سردست اس کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل ہے۔ یہاں ہماری اصل توجہ اس سوال کے جواب کی تلاش پر مرکوز رہے گی کہ عاملین صدقات اور دوسرے مالی افسروں کی نبوی حکمت عملی کیا تھی؟ ان کی تقرری کن بنیادوں اور شرائط پر کی جاتی تھی؟ اور ان کے عزل وتبدل کی کیا بنیادیں ہوتی تھیں؟

اصل مسئلہ پر براہ راست گفتگو کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم صدقات وزکوٰۃ کے زمانۂ وجوب پر ایک سرسری نظر ڈال لیں کیونکہ اہل سیر وتاریخ اور فقہاء ومحدثین کے نزدیک

اس باب میں تاریخوں کا کافی اختلاف ہے۔ اس اختلاف کے سبب عاملین صدقات کی تقرری اور مدینہ سے روانگی کے اوقات میں تعجیل و تاخیر کا مسئلہ اٹھتا ہے۔ زکوٰۃ اور جزیہ کی فرضیت کے بارے میں عام طور سے مسلم فقہاء اور علماء کا خیال یہ ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد بلکہ ۹ھ میں نافذ ہوئی تھی چنانچہ سورہ توبہ آیت ۱۰۳ جس میں زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم خداوندی ہے اور اسی سورہ کریمہ کی آیت ۲۹ جو جزیہ کی فرضیت بتاتی ہے کے بارے میں طبری اور واحدی وغیرہ مفسرین اور دوسرے محدثین نے اس کو ۹ھ کا واقعہ قرار دیا ہے[۴] ہمارے مورخین اور اہل سیر بھی اپنے عمومی بیانات میں زکوٰۃ وجزیہ کی فرضیت اور عاملین صدقات کی تقرری اور روانگی کو محرم ۹ھ کا واقعہ قرار دیتے ہیں[۵] لیکن تاریخی حقائق سے علماء و محدثین اور مورخین و اہل سیر کے یہ بیانات کم از کم جزیہ کے باب میں متصادم ہیں اور واقعاتی شہادتوں سے ٹکراتے ہیں۔ تاریخی حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ کی فرضیت اور وصولیابی دونوں اس سے کئی برس قبل شروع ہو چکی تھی۔ دومۃ الجندل کے علاقے میں آباد بنو کلب کے عیسائیوں نے ۶ھ/۶۲۷ء میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ان کی مشہور مہم کے بعد جزیہ ادا کیا تھا۔ ۷ھ کے آغاز اور ۶۲۸ء کے وسط میں تیماء نے جو خیبر کی ایک ملحقہ یہودی آبادی تھی اسلامی ریاست کو جزیہ ادا کرنا شروع کیا تھا جبکہ خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے مزارعین نے اپنی پیداوار زمین کا نصف مسلمانوں کو بطور خراج ادا کیا تھا[۶] البتہ زکوٰۃ کی وصولیابی کی تاریخ ۹ھ سے قبل عملاً ثابت نہیں ہوتی لیکن بہر حال ایسے قرائن ملتے ہیں جو فتح مکہ سے قبل اس کی وصولیابی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ہم اس سے قبل ایک مضمون میں دیکھ چکے ہیں کہ خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیماء اور قریٰ عربیہ کے والی (گورنر) ۷ھ/۶۲۹ء میں مقرر ہو چکے تھے اور ان کے من جملہ فرائض میں سے ایک فرض صدقات کی وصولیابی بھی تھی[۷] اس ضمن میں قریٰ عربیہ کی مثال زیادہ اہم ہے۔ مآخذ کا بیان ہے کہ حضرت معاذ بن جبل خزرجی کو یمن/جنوبی عرب کا گورنر جنرل مقرر کرنے سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریٰ عربیہ کا عامل صدقات مقرر کیا تھا اور وہ اس علاقے کی زمینی پیداوار کا محصول وصول کر کے لائے تھے[۸] حضرت ولید بن عقبہ اموی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بنو مصطلق کے قبول اسلام کے "دو برس بعد" اس قبیلہ کے عامل صدقات مقرر کئے گئے تھے اور یہ قبیلہ اس لحاظ سے ۷ھ میں شرف بہ اسلام ہو چکا تھا[۹] طبری کا ایک حتمی بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص سہمی کی عمان کو بطور عامل صدقات اور مرکزی منتظم روانگی فتح مکہ کے معاً بعد ۸ھ/۶۳۰ء میں ہوئی تھی[۱۰] ان شواہد اور قرائن سے

یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صدقات کی وصولیابی بالعموم اور جزیہ وخراج کی وصولیابی بالخصوص ۷ھ/ ۶۲۹ء میں شروع ہو چکی تھی۔

ماخذ سے واضح ہوتا ہے کہ محاصل وصدقات کی وصولیابی کا نظام درجہ بند اور دہرا تھا۔ جو علاقے براہ راست مدینہ منورہ کے ماتحت تھے ان میں مرکزی عاملین صدقات مقامی منتظمین اور عاملین کی مدد سے صدقات وصول کرتے تھے اور ولایات (صوبوں) میں اصولی طور سے یہ فرض منفی گورنروں (ولاۃ) کا ہوتا تھا جو مرکزی عاملین کے ذریعہ خاص حالات میں ورنہ عام طور سے مقامی عاملین کی مدد سے صدقات وصول کر کے پایۂ خلافت ورسالت کو روانہ کرتے تھے۔ ایسے تمام عاملین صدقات جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے براہ راست مقرر کر کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں بھیجتے تھے مرکزی عاملین کے زمرے میں آتے ہیں۔ عام طور سے ان مرکزی عاملین صدقات کا تعلق علاقائی یا قبائلی لحاظ سے اپنے تقرری کے علاقوں سے نہیں ہوتا تھا لیکن بعض مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص حالات میں علاقائی یا قبائلی تعلق کی رعائت بھی کی جاتی تھی۔ جبکہ مقامی عاملین کا تعلق لازمی طور سے اپنے قبائل اور علاقوں سے ہوتا تھا بلکہ وہ عام طور سے اپنے قبیلوں کے شیوخ اور سردار ہوتے تھے۔ مرکزی عاملین صدقات اور ان کے مقامی ہم منصبوں کی کارکردگی میں یہ فرق ہوتا تھا کہ مرکزی عاملین اپنے علاقوں اور قبائل کے صدر مقام پر قیام پذیر رہتے تھے اور براہ راست محصول دہندگان سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے تھے جبکہ مقامی افسران صدقات اپنے اپنے لوگوں سے صدقات وصول کر کے مرکزی نمائندوں کو پہونچا دیتے تھے۔ کبھی کبھی مقامی عاملین صدقات مرکزی عاملوں اور افسروں کا کام کرتے تھے اور جمع شدہ صدقات براہ راست مدینہ منورہ پہونچا دیتے تھے۔ ان کی مثالیں ہم بعد میں دیکھیں گے۔

اکثر وبیشتر مرکزی عاملین صدقات مستقل عہدہ دار ہوتے تھے اور وہ عام طور سے ایک متعین قبیلے یا مخصوص علاقے کے افسر محاصل مقرر کیے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرات عمرو بن عاص سہمی، عبدہ خزرجی، ابی بن کعب خزرجی، عباد بن بشر خزرجی، بریدہ بن حصیب اسلمی، رافع بن مکیث جہنی، عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ضحاک بن سفیان کلابی، حذیفہ بن یمان ازدی، قضاعی بن عمرو عذری اور متعدد دوسرے عاملین مستقل عہدہ دار تھے جو اپنے عہدوں پر وفات نبوی تک کام کرتے رہے۔ متعدد ماخذ کی روایات کی تنقیح وتحلیل سے تقریباً تیس مرکزی عاملین صدقات کا ذکر ملتا ہے۔ ذیل میں ان کی فہرست ان کے علاقوں اور قبیلوں سمیت دی جا رہی ہے۔

نمبر شمار	عامل صدقات	علاقہ/قبیلہ تقرری
۱۔	حضرت ابی بن کعب خزرجی	سعد ہذیم/جذام
۲۔	" عنبسہ خزرجی	"
۳۔	" ولید بن عقبہ اموی	بنو مصطلق
۴۔	" عباد بن بشر اوسی	"
۵۔	" عمرو بن عاص سہمی	ہوازن/حنین، غطفان/ فزارہ قضاعہ اور عمان
۶۔	" کلاب بن امیہ لیثی	ثقیف
۷۔	" سالف بن عثمان بن معتب ثقفی	"
۸۔	" بسر بن سفیان عدوی قریشی	خزاعہ/کعب
۹۔	" بریدہ بن حصیب اسلمی	غفار و اسلم
۱۰۔	" رافع بن مکیث جہنی	جہینہ
۱۱۔	" عباد بن بشر اوسی	مزنیہ اور سلیم
۱۲۔	" ضحاک بن سفیان کلابی	کلاب/عامر بن صعصعہ
۱۳۔	" معاذ بن جبل خزرجی	قریٰ عربیہ
۱۴۔	" عکرمہ بن ابی جہل مخزومی	ہوازن
۱۵۔	" حذیفہ بن یمان ازدی	ازد
۱۶۔	" معاویہ بن ابی سفیان اموی	اقیال حضرموت
۱۷۔	" عیینہ بن حصن فزاری	تمیم
۱۸۔	" ابن اللبتیہ ازدی	بنی ظبیان
۱۹۔	" سنان بن ابی سنان اسدی	بنو مالک
۲۰۔	" قضاعی بن عمرو عذری	بنو حارث
۲۱۔	" عکرمہ بن خصفہ ہوازنی	بدیل، بسر اور ان کے حلیف قبائل
۲۲۔	" عبادہ بن صامت خزرجی	۔
۲۳	" ارقم بن ابی الارقم مخزومی	۔

نمبر شمار	عامل صدقات	علاقہ/قبیلہ تقرری
۲۴۔	حضرت زیاد بن حنظلہ تمیمی	-
۲۵۔	" عمر بن خطاب عدوی قریشی	-
۲۶۔	— عبداللہ بن حنظل ادرم بن غالب	-

مذکورہ بالا عاملین صدقات میں سے موخرالذکر پانچ حضرات کے تقرری کے بارے میں تصریح نہیں ملتی تاہم یہ یقینی ہے کہ وہ مرکزی عاملین میں تھے۔ ان میں سے سب سے آخری حضرت مرتد ہو گئے تھے اور اس سبب سے فتح مکہ میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ ان عاملین کی تقرری کے سلسلہ میں بعض دل چسپ تفصیلات ملتی ہیں جو نبوی پالیسی کی وضاحت کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرات ابی بن کعب خزرجی اور عنبہ خزرجی کے بارے میں آتا ہے کہ ان دونوں کو قبیلہ جذام کے بطن سعد ہذیم کے مسلمانوں پر مشترکہ طور سے عاملین صدقات مقرر کیا گیا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ والوں کو حکم دیا تھا کہ ان کی اطاعت کریں اور ان کو صدقات ادا کریں۔[۱۱]

حضرت ولید بن عقبہ اموی کی بحیثیت عامل صدقات تقرری، کارکردگی اور کردار پر بڑی دل چسپ اور مختلف فیہ بحث مآخذ میں ملتی ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ بنو مصطلق کے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید کو ان کا عامل صدقات مقرر کیا۔ چنانچہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے علاقہ بنو مصطلق کو روانہ ہوئے اور جب وہ ان کے علاقے کے قریب پہونچے تو بنو مصطلق کی ایک جماعت کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ان کو خدشہ پیدا ہوا اور وہ الٹے پاؤں واپس مدینہ پہونچے اور سارا ماجرا خدمت نبوی میں عرض کر دیا۔ ان کی خبر پر اعتماد کر کے مسلمانان مدینہ نے بنو مصطلق پر فوجی تاخت کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ بنو مصطلق کا ایک وفد اپنی معروضات لے کر مدینہ جا پہونچا اور اس نے اپنی بات کہی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین کے بیانات سن کر قبول کر لیا اور پھر بنو مصطلق کی خواہش پر حضرت عباد بن بشر اوسی کو ان کا عامل صدقات مقرر کیا جو ان سے حیات نبوی کے دوران صدقات وصول کرتے رہے۔ روایات میں حضرت ولید بن عقبہ اموی پر عمداً کذب وافترا کا الزام لگایا گیا ہے اور بعض مفسرین نے سورہ حجرات کی آیت ۶ میں لفظ فاسق کا مصداق بھی ان کو قرار دیا ہے لیکن یہ تمام الزامات نقد وجرح کے معیار پر کھرے نہیں اترتے۔[۱۲] طبری کی روایات سے ایسا تاثر ہوتا ہے کہ وہ بعد میں حیات نبوی ہی میں قضاعہ کے نصف حصہ پر عامل صدقات بنا دیئے گئے تھے اور بہرحال یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت صدیقی وفاروقی

میں وہ عامل صدقات اور گورنر کے اہم عہدوں پر مسلسل فائز رہے اور بعد میں خلافت عثمانی میں وہ کوفہ کے گورنر مقرر کئے گئے۔ یہ ان کی دیانتداری، صلابت ایمانی اور فرض منصبی کو بخوبی انجام دینے کی ناقابل تردید شہادت ہے اور جہاں تک ان کے خلاف بنو مصطلق کے معاملہ میں الزامات کا تعلق ہے تو اس کا جائزہ دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ لیا جا چکا ہے[۱۱]۔ طبری کی روایت سے جو تاثر ملتا ہے وہ اگر صحیح ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنو مصطلق کے معاملہ کے بعد ان کو بنو قضاعہ کے علاقے میں تبدیل کر کے بھیج دیا گیا تھا جہاں وہ خلافت صدیقی کے آغاز تک عامل صدقات رہے۔ واقدی اور ابن سعد وغیرہ کی روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ اموی کے جانشین حضرت عباد بن بشر اوسی نے کسی وقت مزینہ اور سلیم کے صدقات بھی وصول کئے تھے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ انھوں نے دونوں علاقوں میں یہ فریضہ بیک وقت انجام دیا تھا یا دو مختلف اوقات میں اندازہ یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ان دونوں علاقوں میں یہ فرض یکے بعد دیگرے انجام دیا تھا۔ البتہ یہ مسلم حقیقت ہے کہ وہ مستقل مرکزی عامل صدقات تھے۔

مرکزی عاملین صدقات میں حضرت عمرو بن عاص سہمی کا معاملہ کافی دلچسپ بھی ہے اور منفرد بھی۔ فتح مکہ کے بعد ان کو عمان کا عامل صدقات اور مرکزی منتظم بنا کر بھیجا گیا۔ ۹ھ میں ہم ان کو ہوازن کے علاقے میں صدقات وصول کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اسی زمانے میں انھوں نے غطفان کے ایک اہم ترین بطن بنو فزارہ سے صدقات وصول کئے تھے۔ اور اس کے بعد طبری کی روایت کے مطابق ان کو قضاعہ کا عامل صدقات مقرر کیا گیا تھا اور ان کے شریک معاملہ حضرت ولید بن عقبہ اموی تھے جو بقیہ نصف قبیلہ کے عامل بنائے گئے تھے۔ غالباً یہ انتظام اس لیے کیا گیا تھا کہ قضاعہ کا قبیلہ کافی بڑا اور وسیع علاقے میں آباد تھا۔ ماخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافی مدت تک اس علاقے میں مقیم اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے اور پھر ۱۰ھ/ ۶۳۱ء میں حجۃ الوداع کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ صرف عمان کے علاقے میں دوبارہ عامل صدقات بنا کر بھیجا بلکہ ان سے وعدہ کیا کہ فریضہ کی انجام دہی کے بعد ان کو واپس پھر قضاعہ کے علاقہ میں تعینات کرایا جائے گا۔ یہ وعدہ وفات نبوی کے سبب حیات نبوی میں پورا نہ ہوا مگر حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو اپنی خلافت کے شروع ہی میں پھر قضاعہ کا عامل مقرر کر دیا تھا[۱۵]۔ حضرت عمرو بن عاص سہمی کی بطور عامل صدقات تقرری چار علاقوں میں کی گئی تھی جو ان کی طویل مدت تقرری صلاحیت و لیاقت اور فرض منصبی میں مستعدی اور کارکردگی

کو واضح کرتی ہے۔

علامہ کتانی نے کلاعی کی سیرت پر انحصار کر کے دعویٰ کیا ہے کہ خاص مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افسر صدقات حضرت عمر بن خطاب عدوی تھے اور محدث ابوداؤد کا یہ بیان اس تقرری کی بالواسطہ تائید کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس خدمت کے بجا لانے کے لیے کچھ تنخواہ یا معاوضہ (عمالہ) ملتا تھا۔ یہاں اسد الغابہ کا ایک حوالہ دلچسپی کا حامل ہے اس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے ایک نصرانی کی آدھی دولت اس جرم میں ضبط کر لی تھی کہ اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابن اثیر کا یہ بیان موجودہ صورت میں ناقابل قبول ہے اس لیے کہ اسلام قبول کرنے سے انکار پر کوئی تعزیر عائد نہیں ہوتی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا بیان میں اسلام کے عدم قبول کے بعد جزیہ کی عدم ادائیگی کا ذکر کسی سبب سے رہ گیا ہے یا اس تعزیر کا سبب کوئی دوسرا جرم تھا۔ بہرحال اگر حضرت عمرؓ مدینہ منورہ کے افسر صدقات تھے تو ان کے فرائض میں صدقات مسلمین کے علاوہ غیر مسلموں سے جزیہ کی وصولی بھی شامل تھی۔ اور مذکورہ بالا امثال کا تعلق اسی فرض کی انجام دہی سے جوڑا جا سکتا ہے[16]

علاقہ ہوازن وحنین کے بارے میں ہم کو تین افسران صدقات کی تقرری کا ذکر ملتا ہے۔ بلاذری کا بیان ہے کہ حضرت سالف بن عثمان بن معتب ثقفی کو مدینہ منورہ سے جہاں وہ ہجرت کر کے بس گئے تھے ثقیف کے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا جبکہ حضرت کلاب بن امیہ لیثی کو اونٹوں کی زکوٰۃ (عشور) کا افسر بنا کر روانہ کیا گیا تھا۔ ابن سعد، طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل مخزومی کو حیات نبوی کے آخری برس ہوازن کا عامل صدقات مقرر کیا گیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ تینوں حضرات مرکزی افسران صدقات تھے کیونکہ ہم کو ہوازن کے مختلف بطون (خاندانوں) کے مقامی عاملین صدقات کا ذکر ملتا ہے جن کے کام کو علاقہ کے گورنر حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی منظم کرتے تھے۔[17]

حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کے بارے میں ایک دلچسپ روایت ملتی ہے جس کے مطابق ایک اسلمی نوجوان نے فتح مکہ کی مہم نبوی میں جہاد کی غرض سے شرکت کرنی چاہی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایمان و اسلام کا امتحان لیا اور اس موقع پر حضرت بریدہ نے اس نوجوان کی وفاداری کی تصدیق یوں کی کہ اس نے اپنے ذمہ واجب صدقات اسلامی حکومت کو ادا کر دیئے ہیں اور خود انھوں نے یہ وصولیابی کی ہے۔ مرکزی عامل صدقات

کی تقرری کا ایک دل چسپ واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت بسر بن سفیان عدوی قریشی کو خزاعہ کے ایک خاندان بنو کعب سے صدقات کی وصولیابی کے لیے روانہ کیا گیا۔ وفادار و جاں نثار بنو کعب نے صدقات ادا بھی کرنا چاہے مگر ان کے سرکش پڑوسی قبیلہ بنو تمیم نے صدقات ادا کرنے کو اپنے لیے باعث عار اور آنے والی مشکل جانا چنانچہ انھوں نے حضرت بُسر کو ناکام واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج حضرت عینیہ بن حصن فزاری کی سرکردگی میں روانہ کی جس کا مقصد مانعین زکوٰۃ کو سزا دینا اور وفادار خزاعیوں کے صدقات وصول کر کے لانا تھا اور انھوں نے بحسن وخوبی اپنا یہ فرض انجام دیا۔ حضرت عینیہ بن حصن فزاری کی بطور مصدق تقرری عارضی اور وقتی تھی جبکہ حضرت بسر بن سفیان کی تقرری مستقل تھی اسی نوعیت کی عارضی تقرری حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی کی تھی جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے حضر موت کے ایک قیل (شہزادے/حکمراں) حضرت وائل بن حجر حضرمی کے ساتھ حضرموت بھیجا تھا تاکہ وہ اس علاقے کے تمام اقیال (حکمرانوں) سے صدقات وجزیہ وصول کر کے لائیں۔ حضرت معاویہ نے یہ فرض انجام دیا تھا لیکن مآخذ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ انھوں نے پھر دوبارہ بھی یہ فرض انجام دیا تھا یا نہیں۔ اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ حیات نبوی میں ان کی بطور عامل یہ تقرری عارضی اور وقتی تھی۔[۱۸]

مرکزی عاملین صدقات کے بارے میں مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں اب پورے اطمینان قلب اور تیقن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سے بیشتر کی تقرری مستقل ہوتی تھی اور وہ ایک مخصوص علاقہ یا متعین قبیلہ کے صدقات وصول کر کے مدینہ منورہ لاتے تھے۔ البتہ بعض عاملین صدقات ایسے تھے جن کو مخصوص حالات میں عارضی طور سے اس عہدہ پر مقرر کیا جاتا تھا اور وہ اپنا فرض انجام دینے کے بعد عہدہ سے سبکدوش ہو جاتے تھے۔

بعض مرکزی عاملین صدقات کے بارے میں ایک دل چسپ صورت یہ نظر آتی ہے کہ وہ عامل صدقات کے عہدہ پر فائز تو مستقل طور سے ہوتے تھے لیکن ان کی کارکردگی کا علاقہ اور جولان گاہ بدلتی رہتی تھی۔ اس کی بہترین مثال حضرت عمرو بن عاص سہمی کی ہے جو چار یا پانچ علاقوں میں اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ پہلے انھوں نے ہوازن اور علاقہ حنین کے علاقے میں صدقات وصول کئے پھر غطفان/فزارہ کے علاقے میں گئے۔ اس کے بعد نصف قضاعہ پر مقرر ہوئے۔ وہاں سے عمان بھیجے گئے اور پھر عمان سے واپس قبیلہ قضاعہ کے علاقے میں مقرر ہوئے ان کے ہم عہدہ اور پڑوسی حضرت ولید بن عقبہ اموی تھے جو بنو مصطلق کے علاقے سے تبدیل

ہو کر دوسرے نصف قضاعہ کے عامل مقرر ہوئے اور بقیہ مدت تک وہیں مقیم رہے۔ اسی طرح حضرت عباد بن بشر اوسی نے دو مختلف اوقات میں پہلے بنو مصطلق کے صدقات وصول کئے اور پھر مزینہ اور سلیم کے عامل بنے[۵۱]۔ ظاہر ہے کہ ان عمال صدقات کے علاقوں اور قبیلوں کی تبدیلی مخصوص حالات اور اسباب کے سبب ہوئی تھی اور ان کو ان علاقوں میں تقرری کے لیے دوسرے اصحاب سے زیادہ موزوں سمجھا گیا تھا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ذاتی اور انفرادی صلاحیتوں کے علاوہ حالات و واقعات کی رعائت یا قبائل و بطون سے تعلقات اور ان کی مرضی کو بھی تقرری کے وقت دھیان میں رکھا جاتا تھا اور یہ کسی بھی انتظامیہ کے لیے ضروری شرط ہے کیونکہ اسی صورت میں وہ صحیح طور سے کام کر سکتی ہے اور خاطر خواہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا مرکزی عاملین صدقات کے قبیلہ وار تجزیے سے بعض دلچسپ نکات روشنی میں آتے ہیں چنانچہ اٹھائیس[۵۲] معلوم تقرریوں پر صرف چوبیس[۵۳] افراد کا تقرر ہوا تھا۔ اور ان میں سے ایک تہائی کا تعلق قریش کے مختلف خاندانوں سے تھا بطون قریش میں بنو امیہ، بنو سہم، بنو عدی اور بنو مخزوم کے ممتاز ترین افراد کو تقرری ملی تھی۔ چنانچہ بنو امیہ کے دو مختلف خاندانوں کے افراد حضرات ولید بن عقبہ اور معاویہ بن ابی سفیان تھے۔ بنو سہم کے واحد نمائندے حضرت عمرو بن عاص ان سب میں سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں نظر آتے ہیں انھوں نے ابتدائے تقرری سے وفات نبوی تک نہ صرف یہ کہ اس عہدہ پر مستقل طور سے کام کیا تھا بلکہ مختلف علاقوں اور قبیلوں میں بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دئے تھے۔ بنو عدی کے بھی دو نمائندے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت بسر بن سفیانؓ تھے ان میں سے اول الذکر کی تقرری بوجوہ بہت اہم معلوم ہوتی ہے۔ بالکل یہی حال بنو مخزوم کے واحد نمائندے حضرت عکرمہ بن ابو جہل کی تقرری کا ہے کہ وہ فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے تھے اور اسی سبب سے قریش کے اشتہاریان قتل میں شامل تھے اور پھر وہ نہ صرف عفو نبوی کے مستحق بنے بلکہ کرم نبوی کے بھی حقدار ثابت ہوئے۔ بقیہ قریشیوں میں عبد اللہ بن خطل کا نام بھی شامل ہے جو بنو ادرم سے تھا اور اپنے ارتداد اور جرم قتل کے سبب مقتول ہوا۔ قریش کے بعد عددی اعتبار سے بنو خزرج کا درجہ ہے جس کے چار عاملوں — حضرات ابی بن کعب، عقبہ، معاذ بن جبل اور عبادہ بن صامت — نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ اگرچہ اوس کے صرف ایک عامل — حضرت عباد بن بشر — کا ذکر ملتا ہے تاہم وہ بہت اہم عامل تھے کہ انھوں نے خاصے طویل عرصے تک اور مختلف علاقوں میں اس عہدہ پر کام کیا تھا۔ قبیلہ ازد کے دو عامل حضرات حذیفہ بن یمان اور ابن اللتبیہ تھے جبکہ عذرہ

فزارہ/غطفان کلاب، اسد، قیس عیلان، ثقیف، کنانہ، خزاعہ، جہینہ اور تمیم کے صرف ایک ایک فرد کا نام مل سکا ہے۔ علاقائی اعتبار سے اگر تجزیہ کیا جائے تو مرکزی اور وسطی عرب کے تیرہ عامل تھے یعنی معروف عمال کا تقریباً پچاس فیصد جبکہ شمالی عرب کے صرف ایک عامل تھے اور مشرقی و مغربی عرب کے بالترتیب پانچ اور تین تھے۔ جنوبی عرب کا بھی ایک ہی نمائندہ تھا اور اسی طرح مختلف منتشر قبائل کا نمائندہ بھی ایک تھا۔ یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگرچہ ان مختلف علاقائی اور قبائلی افراد کا نسبی تعلق ان علاقوں سے تھا تاہم عملاً وہ مدینہ منورہ کے باشندے اور وسطی عرب کے متوطن تھے کہ وہاں وہ حلف اور ولاء کے رشتوں میں استوار تھے اور خدمت نبوی میں حاضر رہتے تھے۔

یہاں ایک دوسری اہم حقیقت کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ کہ مذکورہ بالا عاملین صدقات ہی مرکزی نمائندگی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے علاوہ متعدد اور افراد بھی مختلف قبیلوں اور علاقوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی کرتے تھے۔ حافظ ابن قیم کا یہ تبصرہ بڑا حقیقت افروز ہے کہ جتنے قبائل و بطون عرب تھے اتنے ہی عاملین صدقات تھے۔ اس پر مزید اضافہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ عاملین کا تناسب قبائل و بطون کے مقابلے میں بڑھ ہی سکتا ہے کم نہیں ہو سکتا کیونکہ بسا اوقات بڑے قبائل اور بطون کے لیے ایک سے زیادہ عامل مقرر کئے گئے تھے اور کبھی کبھی ایک ہی قبیلہ یا علاقہ کے لیے بیک وقت دو حضرات کا تقرر ہوا تھا جیسا کہ حضرات ابی بن کعب اور عنبہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک ان مرکزی عاملین صدقات کے زمانہ قبول اسلام یا سبقت ایمان کا تعلق ہے تو ان میں سے بیس فیصد اولین مسلمان یعنی سابقین تھے۔ دوسرے بیس فیصد کے قبول اسلام کا تعلق آخری مکی عہد یا ابتدائی مدنی زمانہ سے تھا جبکہ بقیہ ساٹھ فیصد عاملین کے قبول اسلام کا تعلق زمانہ صلح حدیبیہ کے بعد بلکہ فتح مکہ کے زمانہ سے ہے۔ اس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ایمان و اسلام، انفرادی تنظیمی اور انتظامی صلاحیت، حالات کی رعائت اور علاقوں اور قبیلوں کی سیاست تو کسی مرکزی عامل صدقات کی تقرری کا سبب بن سکتی تھی لیکن محض سبقت اسلام عہد نبوی کے انتظامیہ میں نہ تو کبھی تقرری کا محرک ہوئی اور نہ فی الواقع ہو سکتی تھی[۵۳]

نبوی عاملین صدقات کی درجہ بندی کے دوسرے مرحلہ میں مقامی افسران محصول آتے ہیں۔ ان کا میدان عمل اور دائرۂ کار ان کے اپنے قبیلوں، بطون اور خاندانوں تک محدود تھا۔ عموماً یہ افسران محاصل اپنے قبیلہ یا بطن والوں سے صدقات خود وصول کرتے اور مرکزی عاملین

صدقات کے حوالے کرتے تھے۔ لیکن بہر حال یہ امکان بھی ہے کہ انھوں نے مرکزی عمال کی محصول دہندگان سے براہ راست صدقات کی وصولیابی میں بھی مدد کی ہو۔ یہ مقامی عاملین صدقات عام طور سے اپنے اپنے قبیلوں، بطون اور خاندانوں کے سردار و شیوخ ہوتے تھے۔ ان میں سے بعض کے بارے میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ وہ اپنے قبیلہ / قوم کے صدقات پر متعین کئے گئے تھے (علی صدقات قومہ) اور ان کے بارے میں قبیلہ یا خاندان کی سرداری کی صراحت نہیں ملتی۔ اس لحاظ سے ان تمام افسران نبوی کو بھی مقامی عمال میں شمار کرنا چاہئے جن کا شمار ہم مقامی منتظمین اور سرداروں میں کر چکے ہیں۔ وہاں یہ صراحت آچکی ہے کہ مقامی منتظمین اور شیوخ قبائل کا ایک فرض منصبی یہ بھی تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں سے صدقات وصول کر کے مرکز اسلام تک پہونچائیں یا مرکزی عاملین صدقات کے حوالے کریں۔ یہ مقامی عمال مرکزی عاملین کی طرح یا ان سے کچھ زیادہ ہی مستقل عہدہ دار ہوتے تھے کیونکہ ان کی مدت تقرری عام حالات میں تاحیات ہوتی تھی اور ان کا دائرہ کار بھی تبدیل نہیں ہوتا تھا وہ صرف اپنے لوگوں (قوم) کے افسران صدقات ہوتے تھے۔ نظریاتی لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقامی عاملین کو تبدیل یا معزول کر سکتے تھے تاہم کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جب آپ نے عملاً اپنے اس حق کا استعمال کیا ہو۔

مقامی عمال کی تقرری میں عموماً دو طرح کے طریقوں کا ذکر مآخذ میں ملتا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے قبیلہ کے سابق سربراہ اور شیخ کو اس کے عہدہ پر برقرار رکھا اور اس کو صدقات کی وصولیابی کا ذمہ دار بنایا۔ دوسرا یہ کہ آپ نے خدمت نبوی میں حاضر ہونے والے وفد کے سربراہ یا ممتاز ترین افراد کو صدقات کی وصولیابی کی ذمہ داری سونپی۔ وفود عرب کی سربراہی عموماً شیوخ قبیلہ و بطون کرتے تھے لیکن ان کے اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں قبیلہ / بطن کا کوئی دوسرا ممتاز فرد یہ فرض انجام دیتا تھا اور چونکہ اس کو قبیلہ / بطن کا اعتماد عام حاصل ہوتا تھا اس لئے انتظامی سہولت کے پیش نظر آپ اسی کو مقرر کر دیتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نے کسی سابق شیخ قبیلہ کی جگہ دوسرا سردار مقرر فرمایا ہے مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے[۵۱]۔

یہ امر کہ مقامی عاملین صدقات اپنی قوم کے صدقات وصول کر کے مرکزی عمال کے حوالے کرتے تھے متعدد مثالوں سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کے بارے میں ذکر آچکا ہے کہ ان کے قبیلہ کے ایک سربرآوردہ شخص نے جو غالباً شیخ خاندان تھا اپنے صدقات ادا کئے تھے۔ اس سے واضح مثال بنو مصطلق کے بارے میں ملتی ہے کہ شیخ قبیلہ حضرت حارث بن ضرار

خزاعی نے اپنے قبیلہ کے صدقات وصول کر کے پہلے حضرت ولید بن عقبہ اموی کو ادا کرنے چاہے جو بوجوہ ان کے حوالہ نہ کر سکے اور پھر بعد میں دوسرے مرکزی عامل حضرت عباد بن بشر کے حوالے کئے۔ اسی طرح بنو الاصبغ کے سردار حضرت امرؤ القیس بن الاصبغ کلبی نے اپنے صدقات مرکزی نمائندے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری کے سپرد کئے تھے۔ بحرین کے حکمراں اور مقامی منتظم حضرت منذر بن ساوی کو حکم نبوی تھا کہ وہ اپنے علاقہ کے صدقات دو مرکزی نمائندوں حضرات ابوہریرہ دوسی اور قدامہ کو ادا کریں۔ یہی نظم عمان، ہجر، حضرموت و یمن کے مختلف علاقوں کے لیے کیا گیا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل خزرجی جو گورنر جنرل تھے اپنے ماتحت گورنروں سے اور وہ اپنے مقامی عاملوں سے صدقات وصول کرتے تھے۔ ایک گرامی نامۂ نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت وائل بن حجر حضرمی کو جو ایک قیل/حکمراں تھے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ حضرموت کے دوسرے اقیال سے صدقات وصول کر کے مرکزی نمائندوں کے حوالے کر دیں۔ اسی طرح قبیلہ عبدالقیس کے شیخ حضرت اکبر بن عبدالقیس نے اپنے قبیلہ کے علاوہ ازد عمان کے صدقات وصول کر کے مرکزی منتظم حضرت علاء بن حضرمی کے حوالے کئے تھے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن کا ذکر طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔[۲۲]

جہاں تک مقامی عاملین صدقات کی کل تعداد کا تعلق ہے تو کچھ پہلے ہم حافظ ابن قیم کی رائے دیکھ چکے ہیں اور وہ مقامی عاملوں پر زیادہ صادق آتی ہے کہ اتنے ہی مقامی عامل تھے جتنے کہ قبیلے یا ان کے بڑے خاندان۔ بہر حال ایک تجزیاتی مطالعہ سے کم از کم تینتیس[۳۳] مقامی عاملوں کے نام سامنے آئے ہیں جو معروف و مشہور تھے۔ ان میں سے تین کا تعلق شمالی قبائل سے، سات کا مشرقی قبائل سے، دو کا مغربی قبائل سے اور گیارہ کا منتشر قبائل سے تھا۔ ان میں سے دو چار کے سوا بقیہ آخری زمانے کے مسلمان تھے۔ اور دو چار حضرات بھی وسط مدنی زمانہ یا صلح حدیبیہ کے قریب کے زمانے کے مسلمان تھے۔ صرف ایک آدھ کو ابتدائی مدنی عہد کا مسلمان قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان مقامی عمال صدقات میں حضرات عدی بن حاتم طائی، ابن الاصبغ کلبی، جندب بن مکیث جہنی، حارث بن ضرار خزاعی، زبرقان بن بدر تمیمی، مالک بن نویرہ تمیمی اور ان کے بھائی متمم اہم ترین اور معروف عمال ہیں۔ عذرہ کے عامل صدقات حضرت ہوزہ بن نعمان، طے کے عامل حضرت عدی بن حاتم طائی، بنو کلب کے حضرت ابن الاصبغ اور بعض دوسرے مقامی عمال کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ انھوں نے نہ صرف اپنی اپنی قوم کے صدقات جمع کئے تھے بلکہ ہنگامی حالات بالخصوص ردہ کے پر آشوب

زمانے میں بھی اپنے صدقات مدینہ منورہ پہونچاتے رہے تھے۔ اور ان میں سے متعدد حضرات نے خلافت صدیقی اور فاروقی میں یہ اطاعت شعارانہ روش برقرار رکھی تھی[۴۲]

عاملین صدقات کی تقرری کے لئے کچھ شرائط کو پورا کرنا اور کچھ اوصاف سے متصف ہونا ضروری تھا۔ سب سے پہلا وصف تو بلاریب انتظامی و تنظیمی لیاقت وصلاحیت تھی کہ اس کے بغیر تمام دوسرے اوصاف بیکار تھے۔ تقرری کے علاقہ یا قبیلہ کے جغرافیائی اور قبائلی حالات سے واقفیت بھی ایک اہم شرط تھی۔ ان کے علاوہ کسی حد تک اس علاقے کے لوگوں سے دوستی، قرابت یا قربت بھی عہدہ پر تقرری کی سفارش کر سکتی تھی۔ مگران سب کے علاوہ بلکہ سب سے اہم شرط تھی کہ امیدوار عہدہ کا کردار بے داغ، اخلاق بلند، تقویٰ و خشیت الٰہی سے مالامال اور حرص وطمع سے آزاد ہو۔ ایک مخصوص شرط یہ تھی کہ امیدوار کا تعلق خاندان نبو ہاشم سے نہ ہو چنانچہ جب حضرات عبدالمطلب بن ربیعہ ہاشمی اور فضل بن عباس ہاشمی نے اپنے والدین کی خواہش و ہمت افزائی پر عامل صدقات کے عہدہ پر تقرری کی درخواست کی تو وہ مسترد کر دی گئی۔ نبو ہاشم پر یہ قدغن محض اس لیے نہ تھی کہ عامل صدقات کو محصول شدہ صدقات سے تنخواہ ملتی تھی جو لوگوں کے اموال کی "گندگی" تھی بلکہ یہ پرمنفعت یا باتنخواہ عہدہ تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان والوں کو مادی فوائد کے پیچھے بھاگنے سے روکنا چاہتے تھے۔ عہدہ کی طلب کو بھی پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا بلکہ "طالبان مناصب" کو عہدہ کے لئے ایک طرح سے نااہل قرار دے دیا گیا تھا چنانچہ ایک بار حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ دو شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انھوں نے مصدق کے عہدہ پر تقرری کی درخواست کی۔ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کی رائے مانگی اور جب انھوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے ان کی درخواست ان کی "طلب" کی بنا پر مسترد کر دی کہ اس سے عہدہ کے لالچ کی بو آتی تھی — مسلم کی ایک حدیث کے مطابق حضرت ابن اللبتیہ ازدی کو نبو سلیم کا عامل صدقات مقرر کیا گیا تھا۔ ایک بار جب وہ اپنے صدقات وصول کر کے مدینہ پہونچے تو انھوں نے صدقات کی رقم ادا کرنے کے بعد عرض کیا کہ لوگوں نے ان کو کچھ تحفہ بھی دیا ہے۔ اور انھوں نے وہ تحفہ دکھایا بھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضی کا اظہار فرمایا کہ یہ تحفہ ان کو محض اس لئے ملا ہے کہ وہ عامل صدقات یا سرکاری افسر تھے اور سرکاری عہدہ دار کے لیے ایسی کوئی چیز لینا جائز نہیں جو اس کو محض اس کے عہدے کے سبب ملی ہو۔ کیونکہ وہ رشوت کے قبیل کی چیز تھی اور اس کی اجازت سے رشوت کا دروازہ کھل سکتا تھا چنانچہ اس واقعہ کے

بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سرکاری عمال وافسروں کے لیے اس قسم کے تحفوں کو وصول کرنے کی ممانعت فرمادی۔ حافظ ابن قیم نے اس مثال سے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام عمال صدقات اور دوسرے سرکاری افسروں کا باقاعدہ محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔[۲۴]

عاملین صدقات کو جو تنخواہ ملتی تھی اس کے بارے میں ہماری معلومات کسی قدر ناقص ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت عمر کو اس کار منصبی کی انجام دہی کے لیے تنخواہ (عمالہ) ملتی تھی۔ اسی طرح قرآن کریم اور احادیث نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ عمال صدقات کو بالخصوص اور دوسرے افسروں کو بالعموم سرکاری رقوم سے تنخواہ ملتی تھی۔ عاملین کو یہ تنخواہ صدقات کی جمع شدہ رقم میں سے دی جاتی تھی۔ اس کی مقدار کا صحیح صحیح علم تو نہیں ہو سکا تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضروریات زندگی کی کفالت کے لئے مناسب رقم دی جاتی تھی اور اس میں خود عامل، اس کے اہل وعیال، خادم اور مکان کے اخراجات شامل ہوتے تھے۔ اور جو اپنی ضروریات سے زیادہ رقم لیتا تھا وہ غبن کا ارتکاب کرتا تھا۔ مآخذ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمال کی تنخواہ کی ادائیگی کے دو طریقے تھے: ایک تو یہ کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے تنخواہ عطا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمر کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ عاملین کو اختیار تھا کہ وہ اپنی ضروریات کی کفالت بھر رقم لے لیں اور اس کا حساب بارگاہ نبوی میں پیش کردیں ظاہر ہے کہ آپ جائز ضروریات کے لئے مناسب اخراجات کی توثیق وتصدیق کردیتے تھے۔ اور زائد از ضروریات یا بے جا آمدنی کو تسلیم کرنے سے انکار کردیتے تھے جیسا کہ حضرت ابن اللتبیہ ازدی کی مثال سے معلوم ہوتا ہے۔[۲۵]

تقرری کے وقت عاملین صدقات کو دوسرے نبوی افسران حکومت کی مانند دو پروانے ملتے تھے: ایک میں عامل/افسر کے فرائض منصبی اور اس کے سلسلہ میں ہدایات نبوی درج ہوتی تھیں اور دوسرے میں ان کی جولان گاہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے ان کے حقوق وفرائض کی وضاحت کی جاتی تھی۔ عمال کو ہدایت ہوتی تھی کہ وہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کریں ان پر تنگی نہ کریں۔ ان سے خوش اخلاقی سے ملیں، ان پر ظلم وستم کرنے سے احتراز کریں۔ لوگوں کے بہترین اموال صدقات میں وصول نہ کریں بلکہ اوسط درجہ پر قناعت کریں، واجب شرح سے زیادہ وصولیابی نہ کریں اور اس سلسلہ میں غیر عادلانہ طریقے نہ اختیار کریں۔ صدقات وصول کرنے کے لیے لوگوں کی چراگاہوں اور گھروں میں خود جایا کریں اور ان کو اپنے پڑاؤ پر آنے کی زحمت نہ دیں۔ یہ اور ایسی ہی دوسری ہدایات

نے ایمان ویقین اور فرض شناسی کے جوہر کے ساتھ مل کر عوام کے لیے صدقات کی ادائیگی کو ایک خوشگوار ومسرت آگیں کام بنا دیا تھا جس میں تلخی سے زیادہ خوشدلی، بوجھ سے زیادہ راحت، کدورت سے زیادہ مسرت اور گریز وتکدر سے زیادہ تعاون کا احساس شامل تھا اور یہ بھی واقعہ ہے کہ نبوی عاملین صدقات نے فرض منصبی کی ادائیگی کی ایسی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں کہ ان کی آمد سفیرانِ رسالت اور پیامبرانِ حرم کی آمد کی مانند خوش آئند اور بابرکت سمجھی جاتی تھی۔[۲۶]

مالی نظام میں ایک شعبہ صدقات کے کاتبین پر مشتمل ہوتا تھا جس میں ابن حزم کی جوامع السیرہ کے مطابق حکومت کے دوسرے شعبوں کی مانند مختلف مالی محکموں کا حساب کتاب باقاعدہ رکھا جاتا تھا اور متعدد کاتبین یا سکریٹری مقرر کئے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت زبیر بن عوام اسدی قریشی اسلامی ریاست کے صدقات کے کاتب اعلیٰ تھے اور وہی سارا حساب کتاب رکھتے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں حضرات جہیم بن صلت اور حذیفہ بن یمان ازدی صدقات کی آمدنی "ان کے رجسٹروں میں لکھا کرتے تھے"۔ لیکن قضاعی کی روایت سے کاتبوں کے فرائض کے بارے میں ذرا مختلف اور دوسری معلومات ملتی ہیں۔ چنانچہ اس روایت کے مطابق حضرات زبیر بن عوام اور جہیم بن صلت صدقات کی آمدنی کے کاتب تھے جبکہ حضرت حذیفہ بن یمان ازدی کھجور کی پیداوار کے تخمینے سے متعلق امور کا اندراج کرتے تھے۔ ان روایات کو بیان کرنے کے بعد کتانی کا تبصرہ ہے کہ اگر یہ روایات صحیح ہیں اور بظاہر ان کی صحت میں کوئی اشتباہ وکلام نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں دیوان (شعبے) عہد نبوی ہی میں قائم ہو چکے تھے۔ امکان ہے کہ بعض دوسرے کاتبین نے بھی مالی نظام کی کتابت واندراج کا فریضہ انجام دیا ہو۔ بہرحال ان تینوں معروف کاتبوں میں سے اول الذکر دو قریش کے دو خاندانوں بنو اسد اور بنو مطلب سے متعلق تھے جبکہ حضرت حذیفہ ازد سے تعلق رکھتے تھے لیکن علاوہ مدینہ کے باسی اور ساکنان شہر رسول کے حلیف تھے۔ اس لئے تینوں کا تعلق مرکزی عرب بلکہ خاص مدینہ سے تھا اور یہ ہونا فطری بھی تھا کہ مدینہ مرکز رسالت وحکومت تھا۔ البتہ جہاں تک ان کاتبوں کے زمانہ قبول اسلام کا معاملہ ہے تو ان میں سے ایک سابقین اولین میں سے تھے دوسرے ابتدائی مدنی عہد کے اور تیسرے آخری مدنی زمانے کے۔ گویا کہ تقسیم برابر کی تھی اور سبقت اسلام سے شرط تقرری یا حق ترجیح نہیں ثابت ہوتی تھی۔[۲۷]

اس شعبۂ انتظام میں نبوی عمال کا ایک طبقہ خرص (پیداوار کے تخمینہ) کے افسروں پر مشتمل تھا جن کو اصطلاح میں خارص کہا جاتا تھا۔ عام تصور یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی

واحد افسر پیداوار تھے جو خیبر کی پیداوار کی تخمین و اندازہ کے لیے ہر فصل/سال پر جایا کرتے تھے۔ اور انھوں نے اپنا یہ فرض اپنی وفات تک جو غزوہ موتہ ۸ھ/ ۶۲۹ء میں ہوئی بڑی شان اتقا اور مثالی انداز میں انجام دیا۔ بلاشبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی اپنے حسن کردار اور حسن عمل کے لحاظ سے ایک مثالی عامل و خارص نبوی تھے تاہم وہ "یکے از عمال دربار رسالت" تھے۔ ان کے اس شرف میں کئی اور صحابہ کرام بھی شریک و سہیم تھے۔ روایات کے اختلاف کے مطابق ان کے جانشین حضرت ابوالہیثم بن التیہان اوسی یا حضرت جبار بن صخر تھے۔ دوسری روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ حضرت جبار کے شریک کار کی حیثیت سے حضرت زید بن سلمہ خزرجی کی بھی تقرری ہوئی تھی جو پیداوار کے تخمینے کے ماہر تھے۔ ایک اور روایت میں حضرت عمرو بن سعید اموی کو خیبر کی پھلوں کی پیداوار کا خارص بتایا گیا ہے۔ مگر اس سلسلہ کی سب سے زیادہ دلچسپ روایت حضرت ابوحثمہ عامر بن ساعدہ خزرجی کے بارے میں ملتی ہے کہ ان کو خیبر کی پیداوار کا افسر خرص مقرر کیا گیا تھا اور انھوں نے نہ صرف عہد نبوی میں بلکہ پورے عہد خلافت راشدہ میں یہ فرض پورے تقوی اور دیانت داری کے ساتھ انجام دیا تھا اور حضرت علی کی خلافت کے بالکل اواخر میں اپنے انتقال تک اس عہدہ پر فائز رہے تھے۔[۲۵]

خیبر کی پیداوار کے یہ افسران خرص دراصل اسلامی حکومت کے حصہ پیداوار یا خمس کے افسر تھے ورنہ مسلمانوں کی زمینوں کے افسران اٹھارہ حضرات تھے جو اٹھارہ سو حصوں کا انتظام دیکھتے بھالتے تھے۔ ان افسروں کو اصطلاح میں رؤوس (راس کی جمع بمعنی سردار) کہا گیا ہے۔ یہ افسر مدینہ منورہ سے فصلوں کے پکنے کے وقت بھیجے جاتے تھے اور وہ مسلمان حصہ داروں کے حصوں کی تخمین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ ابن اسحاق، واقدی وغیرہ کے مطابق ان میں بارہ حضرات کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ جو یہ تھے: حضرات عاصم بن عدی، علی بن ابی طالب، عبدالرحمن بن عوف طلحہ بن عبیداللہ تیمی، معاذ بن جبل خزرجی، اسید بن حضیر اوسی، عبداللہ بن رواحہ خزرجی، فروہ بن عمرو، عمر بن خطاب عدوی، سعد بن عبادہ خزرجی، بریدہ بن حصیب اسلمی اور زبیر بن عوام اسدی۔ ان میں سے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی نے اوس کے ایک حصہ کو خرید لیا تھا اس لیے وہ بھی افسران انتظام میں شامل ہو گئے تھے۔ بقیہ چھ اسماء گرامی پردہ خفا میں ہیں۔ مذکورہ بالا افسروں میں سے چار کا تعلق قریش کے مختلف خاندانوں سے تھا اور اتنے ہی افسر خزرج کے تھے جبکہ تین کا تعلق اوس سے تھا اور ایک بدوی قبیلہ اسلم کے ممتاز فرد تھے۔ ان میں سے تمام قریشی سابقین اولین میں سے تھے، جبکہ مدنی حضرات ابتدائی مدنی عہد کے مسلم تھے اور اسلمی بزرگ کچھ بعد کے مسلمان تھے۔ یہاں اس

امر کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحاق کے انگریزی مترجم مشہور مستشرق الفریڈ گلیوم نے امول خیبر کے تقسیم وانتظام حصص کے معاملہ کو بالکل نہیں سمجھا ہے اس لیے ترجمہ میں خاصا خلط مبحث کرنے کے علاوہ اس پورے بیان کو "غیر منظم اور پیچیدہ" بتلایا ہے۔ یہ بڑی دل چسپ اور حیرت انگیز بات ہے کہ خیبر کے افسران خرص کا اتنا مفصل ذکر ماخذ میں ملتا ہے مگر وادی القریٰ، تیمار، فدک اور دوسرے علاقو کے بارے میں ہمارے ماخذ عموماً خاموش ہیں حالانکہ یہ یقینی ہے کہ ان علاقوں میں بھی افسران خرص ضرور متعین ہوئے تھے۔ روایات سے خرص کی بعض مثالیں بھی ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ اول الذکر تینوں یہودی بستیوں نے چونکہ خیبر کی مانند صلح کی شرائط قبول کی تھیں لہٰذا ان کے معاملہ میں افسران خرص کی تقرری ایک حتمی معاملہ ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ ہم ان کے اسماء گرامی سے واقف نہیں ہیں۔[۲۹]

اسلامی ریاست کے بعض دوسرے خطوں کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ ان کے لئے علٰحدہ افسران خرص کا تقرر کیا گیا تھا چنانچہ اسد الغابہ اور کتانی کے مطابق حضرت فروہ بن عمرو بیاضی خزرجی مدینہ منورہ کی پیداوار خصوصاً کھجوروں کے باغات کے افسر خرص تھے۔ ان کی مہارت وحذاقت کی یہ حالت تھی کہ وہ خوشے گن کر پوری پیداوار کا اندازہ بالکل ٹھیک ٹھیک بتا دیتے تھے۔ خوشے گن کر پیداوار کا تخمینہ لگانا عرب کاشتکاروں کے لیے ایک عام بات تھی۔ حضرت فروہ کے بارے میں یہ تبصرہ بھی ملتا ہے کہ ان کا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوا جس سے یہ بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے مستقل خارص تھے۔ ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سہل بن حثمہ بھی عہد نبوی کے ایک افسر تخمینہ تھے۔ لیکن ان کے دائرۂ کار اور میدان عمل کا علم نہیں ہو سکا۔[۳۰]

محدث ابو داؤد کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عتاب بن اسید اموی مکہ کی گورنری کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی انگور کی پیداوار کے افسر خرص تھے۔ وہ کھجوروں کی پیداوار کے بھی افسر خرص تھے اور ایک ہی اصول وضابطہ کے مطابق انگوروں اور کھجوروں کی پیداوار کی زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔ بلاذری کی روایت سے حدیث ابی داؤد کی تشریح ہوتی ہے کہ حضرت عتاب اموی طائف کے علاقہ میں واقع کھجور وانگور کے باغات کی پیداوار کے صدقات وصول کرتے تھے اور غالباً اس سے مراد مکہ کے متمول افراد کے باغات ہیں کہ حضرات عباس بن عبد المطلب، خالد بن ولید وغیرہ — متعدد صحابہ کرام — طائف کے علاقے میں پیداواری جائدادیں رکھتے تھے اور حضرت عتاب بن اسید اموی بطور گورنر مکہ ان کے صدقات کی وصولیابی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔[۳۱]

ماخذ میں دو اور خارصوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے نام ہیں حضرات ابو زید بن الصلت اور

الصلت بن معدی کرب یہ دلچسپ بات ہے کہ ان دونوں کا تعلق جنوبی عرب کے قبیلہ کندہ سے تھا۔ غالباً دونوں اپنے اپنے مقامی علاقوں اور قبیلوں میں یہ فریضہ انجام دیتے تھے کہ ماخذ ان کا میدان عمل بتانے سے قاصر ہیں۔ اسلامی ریاست کے دوسرے علاقوں خاص کر جنوبی عرب اور شمالی عرب کے بارے میں ہماری معلومات کافی ناقص ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا شواہد و حقائق اس خیال کی تائید کے لیے کافی ہیں کہ اسلامی ریاست کے تمام پیداواری علاقوں کی پیداوار کا خرص کیا جاتا تھا اور اس کے لئے افسران خرص کی تقرری عمل میں لامحالہ آئی تھی۔[۱۲۵]

مذکورہ بالا دس خارصین جو خیبر کے حصص مسلمین کے افسروں کے علاوہ ہیں کی تحلیل و تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غالب اکثریت یعنی ساٹھ فیصد کا تعلق مدینہ کے انصاری قبیلہ خزرج سے تھا اس سے خزرج کے کاشتکار اور ماہر تخمینہ کار ہونے کا ثبوت ملتا ہے باقی افسروں میں دو کا تعلق قریش سے تھا اور یہ حقیقت بخاری کی اس روایت کی تصدیق کرتی ہے کہ مہاجرین میں سے متعدد حضرات تجارت کے علاوہ زراعت میں بھی لگ گئے تھے۔ دو افسران خرص کا تعلق کندہ سے تھا جو جنوبی عرب کا ایک بڑا قبیلہ تھا اور ایک افسر خرص اوس سے متعلق تھے۔ حضرت عمرو بن سعید اموی کے سوا جو ابتدائی مکی مسلم تھے بقیہ افسران خرص نے آخری مکی زمانے یا ابتدائی مدنی عہد میں اسلام قبول کیا تھا۔ آخر میں اس حقیقت پر توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کے عہد نبوی میں افسران خرص کی جتنی حقیقی تعداد تھی اس کا عشر عشیر بھی ماخذ میں مذکور نہیں۔ اصلاً تعداد یقیناً اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔[۱۲۶]

مالی نظام نبوی میں آخری طبقہ عمال ان افسروں پر مشتمل تھا جو ریاستی چراگاہوں (حمیٰ) کے افسر و منتظم تھے۔ مدینہ منورہ کے علاوہ کئی دوسرے مقامات پر متعدد چراگاہیں مسلمانوں کے لئے قائم کی گئی تھیں۔ مدینہ کے قریب میں الجمع کی چراگاہ تھی جس کے افسر حضرت ابوذر غفاری کے ایک فرزند تھے اور جن کو ۲ھ/۶۲۳ء میں مکہ کے ایک سردار کرز بن جابر فہری نے حملہ کر کے شہید کر ڈالا تھا۔ دوسری چراگاہ ذو الجدر نامی تھی جس کے منتظم و افسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولائے خاص حضرت یسار حبشی تھے اور ان کو ۶ھ/۶۲۸ء میں قبیلہ عرینہ کے بعض سرکشوں نے قتل کر دیا تھا۔ الغابہ نامی ایک بہت مشہور چراگاہ تھی جس کے افسر حضرت ابو رافع مولائے رسول اکرمؐ تھے۔ کتانی نے ایک اور افسر حمیٰ کا ذکر کیا ہے مگر ان کا نام نہیں بتایا ہے۔ ان کے علاوہ ربذہ اور البیضاء نامی چراگاہیں بھی اسلامی ریاست کی تھیں مگر ان کے افسروں کا ذکر نہیں مل سکا۔ نقیع نامی چراگاہ جو خاصی وسیع اور شاداب تھی غزوہ مریسیع کے بعد بنائی گئی تھی اور اس کے افسر کے بطور حضرت بلال بن حارث

مزنی کو مقرر کیا گیا۔ نقیع کے ایک اور افسر کا نام حضرت عبید بن مروح مزنی بتایا گیا ہے جو غالباً حضرت بلال مزنی کے جانشین یا ساتھی تھے۔ وج نامی — ایک ریاستی چراگاہ — طائف کے علاقہ میں اس کی فتح کے بعد قائم کی گئی تھی اور اس کا انتظام و انصرام حضرت سعد بن ابی وقاص کے سپرد کیا گیا تھا۔ ایک اور صحابی حضرت عریب المالکی کو بھی ایک چراگاہ کا راعی بتایا گیا ہے جو الغابہ کی چراگاہ سے متعلق تھے۔ مذکورہ بالا سات معروف افسران حمیٰ میں سے دو غفاری، دو مزنی ایک قریشی اور دو مولائے رسول یا حبشی صحابہ کرام تھے۔ اور ان میں سے مزنی حضرات کے سوا بقیہ سابقین اولین میں سے تھے جبکہ بلال مزنی اور ان کے ساتھی وسط مدنی عہد کے مسلمان تھے۔[۳۲]

عہد نبوی میں مالی نظام کے افسروں کی تقرری کی نبوی حکمت عملی کی بنیاد حکومت اور عوام دونوں کی فلاح و بہبود کے نظریہ پر قائم تھی۔ حکومت کو نہ محصول دہندگان کے استحصال سے دلچسپی تھی اور نہ وہ ان کو بے لگام دولت سمیٹنے کے لیے آزاد چھوڑنا چاہتی تھی۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے وہ مالداروں کی دولت کے ایک حصہ کو وصول کر کے عوام کے غریبوں میں تقسیم کرنا چاہتی تھی۔ اس مقصد عالی کے لیے اس نے جن افسروں کا تقرر کیا ان کے لیے بعض کڑی شرطیں اور صفتیں لازمی قرار دی تھیں۔ چنانچہ انتظام و انصرام کی ذاتی صلاحیت اور تنظیمی قابلیت، خدا ترسی، انسان دوستی، تقویٰ و امانتداری، دیانت و صلابت اور بلند کرداری سب سے اہم اوصاف تھے جو عاملین صدقات کے عہدہ پر تقرری کے لیے لازمی تھے۔ ان کے علاوہ قبائلی و جغرافیائی حالات اور مخصوص سیاسی محرکات کی رعایت بھی ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ خاندان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور طالبان عہدہ و مناصب پر ان عہدوں کے دروازے بند تھے۔ بنو ہاشم کو غالباً اس لیے محروم قرار دیا گیا تھا کہ وہ مادی فوائد کے پیچھے اپنی دنیا و عاقبت خراب نہ کریں اور خاندان رسالت سے تعلق کے سبب بے جا رعایتوں کے مستحق نہ بن سکیں۔ ظاہر ہے کہ اموال صدقات جن سے عاملوں کو تنخواہ واجرت ملتی تھی لوگوں کے مال کے دنس (کوڑا کرکٹ) تھے لہٰذا اس سے متعلقین رسالت پناہ کو بچانا ضروری تھا۔ طالبان عہدہ پر یہ دروازہ اس لئے بند کیا گیا تھا کہ لالچ و طمع و حرص کا سدباب کیا جا سکے۔ ایمان و اسلام اور محبت خدا و رسول اگرچہ لازمی شرط تھی تاہم سبقت اسلام عہدہ و منصب پر تقرری کی نہ ضمانت دیتی تھی اور نہ استحقاق پیدا کرتی تھی۔ عہد نبوی کے دوسرے انتظامی شعبوں کی مانند اس نظام میں بھی تقرری کی بنیادی شرط صلاحیت و لیاقت اور پاکیزہ اخلاق تھے۔

حواشی و تعلیقات

۱؎ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجئے محمد تقی امینی "اسلام کا زرعی نظام"، علی گڑھ ۱۹۸۰ء؛ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ معاشیات اسلام، مرتبہ خورشید احمد، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۱ء

۲؎ شبلی نعمانی، سیرت النبی، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، ص ۷۷-۲۰

۳؎ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ اردو ترجمہ نذیر حق، نقوش رسول نمبر لاہور ۱۹۸۲ء جلد دوم ص ۵۸۷-۹

۴؎ طبری، تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری) مرتبہ محمد ابوالفضل ابراہیم دارالمعارف قاہرہ ۱۹۶۱ء، سوم ص ۱۲۳-۱۲۲؛ واحدی اسباب النزول، قاہرہ (غیر مورخہ) ص ۱۸۹-۹۰ - نیز ملاحظہ ہو سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء جلد پنجم ص ۱۵۴ جو اس مسئلہ میں یوں رقم طراز ہیں کہ "بعض مورخوں اور محدثوں کو اس بنا پر کہ ۸ھ میں زکوٰۃ کی فرضیت کی تصریح ملتی ہے، اس سے پہلے کے واقعات میں جو زکوٰۃ کا لفظ آیا ہے اس سے پریشانی ہوئی۔ حالانکہ شروع اسلام میں زکوٰۃ کا لفظ خیرات کا مترادف تھا۔ اس کی مقدار، نصاب، سال اور دوسری خصوصیتیں جو زکوٰۃ کی حقیقت میں داخل ہیں وہ بعد کو رفتہ رفتہ مناسب حالات کے پیدا ہونے کے ساتھ تکمیل کو پہونچیں"۔

۵؎ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مرتبہ مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبدالحفیظ شبلی، مصطفیٰ البابی قاہرہ ۱۹۵۵ء قسم دوم ص ۵۵ اور ص ۶۰؛ طبری، تاریخ طبری، جلد سوم ص ۱۲۳

۶؎ ابن ہشام، ص ۶۳۲؛ واقدی کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس آکسفورڈ پریس ۱۹۶۰ء، ص ۵۶۰-۲؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ۱۹۵۶ء جلد دوم ص ۸۹؛ بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ محمد حمید اللہ قاہرہ ۱۹۵۹ء، اول ص ۳۷۸؛ طبری، تاریخ، دوم ص ۶۴۲؛ ابن اثیر، اسد الغابہ، تہران ۱۳۷۷ھ، جلد سوم ص ۲۱۲-۱۷ خیبر وغیرہ کے خراج کے لیے ملاحظہ کیجئے: ابن اسحاق سیرت رسول اللہ انگریزی ترجمہ از الفریڈ گیوم لندن ۱۹۵۵ء ص ۵۱۵-۱۸، ص ۵۲۳، ص ۵۱۶، واقدی ص ۶۳۳-۹۳، ص ۷۰۶-۷، ص ۷۹-۱۱؛ ابن سعد، دوم ص ۱۰۶-۱، ص ۳۶-۲۴، ص ۱۱۲-۵، ص ۴۰-۱۲۰؛ بلاذری، انساب الاشراف، اول ص ۳۵۲؛ فتوح البلدان مرتبہ محمد رضوان ص ۴۲-۳۸؛ نیز شبلی نعمانی، سیرت النبی اول

۷؎ ملاحظہ ہو میرا مضمون "عہد نبوی کا انتظامیہ (حکام کے تقرر کی پالیسی)" تحقیقات اسلامی، علی گڑھ جلد چہارم شمارہ ۲ ص ۲۳

۸؎ یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج

۹؎ واقدی، ص ۹۸۰-۸۱؛ ابن سعد، دوم ص ۱۶۱؛ اسد الغابہ، پنجم ص ۹۰-۹۱

۱۰؎ طبری، دوم ص ۶۴۲، سوم ص ۹۵

۱۱؎ ان مرکزی عاملین کے لیے ملاحظہ ہو واقدی ص ۵۸-۶۰، ص ۹۷۳-۴، ص ۹۸۰-۸۱؛ ابن سعد اول ص ۲۷۰؛

ص۳۰ ؛ دوم ص۶۲-۱۶۰ ، پنجم ص۵-۲۴۴ ؛ ہفتم ص۴۰۴ بلاذری، انساب الاشراف، اول ص۳-۵۲۹ ؛ طبری، تاریخ، سوم ص۲ ، ص۵۹ ، ص۹۵ ، ص۱۲۷ ، ص۱۷۸ ، ص۹۰-۲۸۹ ۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، مرتبہ صلاح الدین المنجد، دمشق غیر مورخہ اول ص۵۳-۵۲ ، زرقانی، سوم ص۹-۳۶۸ ؛ ابن خلدون، تاریخ، دوم ص۸۳۵ ؛ کتانی، اول ص۲۱۴ ؛ اسد الغابہ، چہارم ص۲۵۰ ، ص۶-۴۰۴ ، ص۷-۳۸۵ ، اصابہ، چہارم ص۲۵۵ ، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ اول ص۷-۵۹

۱۲؎ ابن اسحاق، ص۴۹۳ ؛ واقدی ص۸۱-۹۸۰ ، ابن سعد، دوم ص۱۶۱ ، اسد الغابہ، پنجم ص۹۱-۹۰ ؛ ابن خلدون، اول ص۴۲-۸۳۷ نیز میرا مضمون "تاریخ اسلام میں فن شان نزول کی اہمیت – ایک تنقیدی نظر" مجلہ تحقیقات اسلامی علی گڑھ جلد ۱۰ شمارہ ۲-۱

۱۳؎ طبری، دوم ص۵۸۸ ، سوم ص۱۵۴ اور ص۱۶۹ ؛ فتوح البلدان ص۶-۱۸۵ ؛ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ دوم ص۲۰۵ نیز میری زیر طبع کتاب "حضرت ولید بن عقبہ اموی – حیات و شخصیت"

۱۴؎ واقدی، ص۹۷۳ اور ابن سعد، دوم ص۱۴۰

۱۵؎ طبری، سوم ص۹۰-۳۸۹ ، ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق اول ص۵۳-۵۲ ؛ ابن خلدون دوم ص۹-۸۹۸

۱۶؎ بحوالہ کتانی، اول ص۲۶۵ اور ص۳۹۶ نیز ملاحظہ ہو اسد الغابہ، چہارم ص۴۲-۵۲

۱۷؎ اسد الغابہ، چہارم ص۶-۴۰۴ ، ص۲۵۰ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد، ہفتم ص۴۰۴ ، اسد، چہارم ص۵ ؛ اصابہ، چہارم ص۲۵۰ انساب الاشراف، اول ص۵۳۱

۱۸؎ واقدی، ص۲-۹۴۱ ، ص۹۷۳ ، ابن سعد، اول ص۲۹۳ دوم ص۱۶۰ ، اسد الغابہ اول ص۲-۱۸۱ ؛ چہارم ص۷-۳۸۵ ؛ ابن خلدون، دوم ص۸۳۵

۱۹؎ ان کے لیے سابقہ حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

۲۰؎ اس تجزیہ کی تفصیلات جاننے کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت کا باب پنجم نقوش رسول نمبر جلد پنجم ص۸۱-۶۴۲ ؛ نقوش رسول نمبر جلد دوازدہم ۱۹۸۵ء ضمیمہ سوم ۲ اور متعلقہ حواشی۔

۲۱؎ بحث کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت نقوش رسول نمبر جلد پنجم و دوازدہم کے مذکورہ بالا ابواب۔

۲۲؎ واقدی ص۵۶۱ ، ص۹۷۳ ؛ محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیہ ص۵۸-۵۹ ، ص۲-۶۱ ، ص۸-۹۷ نیز نقوش رسول نمبر دوازدہم ص۲۴۷ حاشیہ ص۱۴۰ ، ابن سعد اول ص۳-۱۶۲ ، اسد الغابہ، چہارم ص۷-۳۸۵

۲۳؎ ابن ہشام، دوم ص۶۰۰ ؛ ابن سعد، اول ص۲۷ ، ص۳۲۲ ، طبری، سوم ص۱۴۷ ، اسد الغابہ، اول ص۳۰۶، ص۵-۲۲۴ دوم ص۱۱۶ ، ص۵-۱۹۴ ، ص۷-۳۴۹ ، ص۳۸۴ ؛ سوم ص۸-۲۴ ، ص۱۲۵ ، ص۳-۳۹۲ ؛ چہارم ص۲۱۹

صـ۲۹۵، پنجم صـ۷۵، صـ۹۹، صـ۱۶۷، صـ۲۰۵، صـ۹۹، کتانی، اول صـ۸-۳۹۶ نیز عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت مذکورہ بالا۔ خاص کر ضمیمہ دوم ع۱ اور ع۹ اور ضمیمہ سوم ۔۲۔

۲۴ھ امام مسلم، جامع صحیح، کتاب الصدقات، بخاری، کتاب الصدقات؛ واقدی صـ۶۹۷؛ کتانی اول صـ۲۳۶ نیز عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش رسول نمبر جلد پنجم صـ۵-۶۷۴ اور صـ۶۷۹؛ جلد دوازدہم صـ۲۶۶ ۔

۲۵ھ ابوداؤد، سنن، ارزاق العمال، نیز ملاحظہ ہو بخاری، باب رزق الحکام والعاملین علیہا؛ مصنف عبدالرزاق بحوالہ کتانی اول صـ۶-۲۶۴؛ واقدی صـ۲-۹۸۱؛ ابن سعد، طبقات، پنجم صـ۹-۵۲۴۔ نیز نقوش رسول نمبر پنجم صـ۸-۶۷۹۔

۲۶ھ ابن اسحاق صـ۶۴۴، واقدی صـ۹۷۴؛ ابن سعد، اول صـ۲۷؛ دوم صـ۱۶۰؛ نسائی، سنن صـ۳۹۰ بحوالہ شبلی نعمانی، سیرت النبی، دوم صـ۷۵، مجموعۃ الوثائق صـ۱۵۷، صـ۱۶۵، کتانی، اول صـ۳۹۲ عمال صدقات کی کارکردگی، حسن اخلاق اور حسن عمل کے بارے میں ایک صحابی حضرت سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عامل آیا اور اس نے پہلے تو ان مویشیوں کی اقسام بتائیں جن کے صدقہ میں لینے کی اجازت فرمان نبوی میں نہ تھی۔ حسن اتفاق سے اسی وقت ایک محصول دہندہ ایک عمدہ قسم کی اونٹنی صدقہ میں دینے کے لیے لایا لیکن عامل نے اس کو لینے سے انکار کر دیا کہ وہ بہت عمدہ نسل کی تھی۔ دوسری روایت ہے کہ دو عامل صدقات جب ایک مسلمان مویشی پالنے والے کے پاس پہونچے اور اس سے صدقہ طلب کیا۔ مسلمان نے بربنائے اخلاص و محبت بہت عمدہ دودھاری بکری پیش کی جسے ان محصلین نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اس کے لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس قسم کے متعدد واقعات روایات میں ملتے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو نقوش، رسول نمبر، جلد پنجم صـ۴۳-۶۷۲

۲۷ھ ابن حزم، جوامع السیرۃ اور قضاعی کی روایت بحوالہ کتانی، اول صـ۹-۳۹۸

۲۸ھ ابن اسحاق، صـ۲۲-۵۲۳، واقدی صـ۹۱؛ طبری، سوم صـ۲۱-۲۰؛ قاضی ابو یوسف، کتاب الخراج قاہرہ طباعت صـ۲۹ اور صـ۵۱۔ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام، دوم صـ۳۶۴؛ ابن خلدون، دوم صـ۷۹۶؛ اسد الغابہ، اول صـ۲۹۵؛ دوم صـ۲۳۲؛ چہارم صـ۸-۱۰۷، صـ۹-۱۷۸؛ پنجم صـ۱۶۹؛ کتانی، اول صـ۴۰۲-۴۰۰، نقوش رسول نمبر جلد پنجم صـ۹۸۹

۲۹ھ ابن اسحاق، صـ۲۲-۵۲۱؛ واقدی صـ۹۱-۶۸۹، صـ۹-۷۱۸؛ ابو یوسف، کتاب الخراج، صـ۲۹، صـ۵۱؛ نیز مترجم کا حاشیہ صـ۵۲۲ حاشیہ ۱؛ اسد الغابہ میں صحابہ کرام مذکورہ بالا کے تراجم؛ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو نقوش رسول نمبر پنجم صـ۸-۶۵۷، اور صـ۶۱-۶۵۹۔ خرص کی دوسری مثال کے لیے ملاحظہ ہو واقدی صـ۹۸۹ اور صحیح مسلم، باب غزوۂ تبوک۔

۳۰ھ اسد الغابہ، چہارم صـ۹-۱۷۹؛ پنجم صـ۱۶۹؛ کتانی، اول صـ۴۰۲-۴۰۰، نیز ملاحظہ ہو واقدی، صـ۹۸-۹۸۹، امام مسلم، الجامع الصحیح، باب غزوہ تبوک۔

۳۱ھ ابوداؤد، سنن، بحوالہ کتانی، اول صفحہ ۴۰؛ انساب الاشراف، چہارم صفحہ ۱۵۰؛ نقوش، رسول نمبر پنجم صفحہ ۹-۶۸۸

۳۲ھ اسدالغابہ، پنجم صفحہ ۲۰۵؛ کتانی، اول صفحہ ۴۰

۳۳ھ اسدالغابہ میں صحابہ کرام کے تراجم ملاحظہ ہوں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو عہدِ نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش رسول نمبر پنجم صفحہ ۶۸۹؛ دوازدہم صفحہ ۲۶۸ نیز ضمیمہ سوم - ۳ (صفحہ ۴۶)

۳۴ھ ابن اسحاق صفحہ ۲۸۶، صفحہ ۴۸۶ حاشیہ ۱؛ واقدی، صفحہ ۱۲، صفحہ ۶-۴۲۵، صفحہ ۹-۵۳۸، صفحہ ۷-۵۶۹، صفحہ ۹۷۳؛ ابن سعد، دوم صفحہ ۹، صفحہ ۶۷، صفحہ ۸۱-۸۰؛ انساب الاشراف، اول صفحہ ۲۸۷، صفحہ ۳۴۸، صفحہ ۸۰-۴۷۸؛ اسدالغابہ، سوم صفحہ ۳۵۳؛ یاقوت حموی، معجم البلدان، بیروت پنجم صفحہ ۳۶ (ب)؛ مجموعہ الوثائق صفحہ ۱۵۹؛ نقوش، رسول نمبر پنجم صفحہ ۹۳-۶۹۰؛ دوازدہم صفحہ ۴۷، ضمیمہ سوم - ۴ نیز صفحہ ۹-۲۶۸

ادارۂ تحقیق کمپلکس فنڈ

میں دل کھول کر حصہ لیجئے

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کو مختصر سے عرصہ میں جو شہرت اور مقبولیت ملی ہے اور اسے جو وسعت حاصل ہوئی ہے اس کے لیے ہم صمیم قلب سے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔ اس عرصہ میں ادارہ کا سہ ماہی ترجمان "تحقیقات اسلامی" منظر عام پر آیا جو آج بحمد اللہ ہندوستان میں اسلامیات کے صفِ اول کے مجلہ کی حیثیت سے اپنی جگہ بنا چکا ہے۔ طبع زاد تحقیقی تصانیف اور تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس وقت بھی متعدد ضخیم کتابیں زیرِ طباعت ہیں۔ اس کے علاوہ ادارہ میں تصنیفی تربیت کا شعبہ باقاعدگی سے کام کر رہا ہے جو قدیم و جدید درسگاہوں کے فارغین کی تصنیفی تربیت کا نظم کرتا ہے۔ ادارہ کے اسٹاف اور اس کے انتظامی شعبہ نے وسعت اختیار کر لی ہے۔ ادارہ کی لائبریری میں کتابوں کا اضافہ بھی روزافزوں ہے۔ ادارہ کے پیش نظر منصوبہ کو آگے بڑھانے کی موجودہ عمارت میں کوئی صورت نہیں ہے۔

ادارہ کے سامنے شروع ہی سے ایک بڑے کمپلکس کا منصوبہ رہا ہے جس میں اس کے تمام دفاتر، ریسرچ اسکالرس کے لیے ہاسٹل، اسٹاف کے لیے فیملی کوارٹرس، ایک وسیع لائبریری، پریس اور ایک خوبصورت مسجد کا نقشہ شامل ہے۔ اب اس مقصد کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایریا میں ایک بڑا پلاٹ خریدنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کی قیمت اندازاً ڈھائی تین لاکھ روپئے ہوگی۔ خدا کا شکر ہے کہ امت کو ادارہ کے علمی و فکری کام کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہے اس لیے ہمیں توقع ہے کہ اس کے ہر طبقے کی طرف سے ادارہ کے اس منصوبہ کو خوش آمدید کہا جائے گا اور اس کے ہمدرد اور بہی خواہ 'ادارۂ تحقیق کمپلکس فنڈ' میں دل کھول کر تعاون کریں گے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ براہِ کرم چیک اور ڈرافٹ صرف IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI . ALIGARH کے نام ارسال کریں۔ والسلام۔ مخلص۔ جلال الدین عمری (سکریٹری ادارہ)